جماعت قادیان کو نصائح

(فرمودہ ۲۹ اگست ۱۹۱۷ء)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جماعت قادیان کو نصائح

(فرمودہ ۲۹ اگست ۱۹۱۷ء بعد نماز مغرب بر موقع روانگی شملہ)

اسلام میں قوانین اتحاد

اسلام میں کچھ قواعد مسلمانوں کی ترقی اور فوائد کے لئے ہیں- مسلمان جب تک ان پر چلے انہوں نے بہت فائدہ اٹھایا- عربوں کی زندگی کا نقشہ اگر کسی نے دیکھنا ہو تو وہ ٹپری وانسوں (خانہ بدوش) کو دیکھ لے سوائے چند شہروں (مکہ- طائف) کے رہنے والوں کے سب تمدنی اقوام کے مقابلے میں گرے ہوئے تھے ایسے لوگوں نے ان قواعد پر چل کر جو رسول کریمؐ نے وحی متلو و غیر متلو اور فطرت صحیحہ اور عقل خداداد سے بتائے ایک دنیا کی حکومت حاصل کرلی- یوریپین مؤرخین از راہ تعصب اسلام میں علوم کی ترقی نہیں مانتے- مگر واقعات سے مجبور ہو کر ان کو بھی ماننا پڑا ہے کہ اگر اسلام نہ ہوتا تو تمام علوم سابقہ مٹ جاتے-گویا محافظ علوم مان لیا ہے اور وہ اسلام کے اس اثر کے قائل ہیں- اسلام بانی علوم بھی ہے- مگر یہ بھی بڑی بات ہے جو انہوں نے مان لی کیونکہ کسی چیز کو مٹنے سے بچانا یا مٹی ہوئی کو واپس لانا بھی اسی کا کام ہے جو موجد ہونے کی شان رکھتا ہو- دیکھو رسول اللہ ﷺ نے مسیح موعود کو اپنے مشابہ بلکہ برابر کہا بلکہ ان میں ایسی صفات بیان کیں جن سے صحابہ سمجھے کہ وہ اپنا ہی ذکر فرما رہے ہیں- یہ کیوں؟ اسلام مٹ چکا تھا اس مقدس ہستی نے اسے قائم کیا- یہ کام بھی گویا ایسا ہی تھا جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی بناء ڈالی- غرض مسلمانوں نے جتنی بھی ترقی کی وہ اسلام کے احکام پر چل کر- چنانچہ صحابہ کا وہ گروہ جو حبشہ میں ہجرت کر کے چلا گیا تھا جب مکہ والوں نے اس کی مخالفت کے لئے اپنا وفد وہاں بھیجا تو نجاشی کے اس سوال پر کہ تم میں کیوں اختلاف ہے- جعفر طیار نے اپنی حالت سابقہ و موجودہ کا خوب نقشہ کھینچا کہ ہم کیا تھے کیا اخلاق رکھتے تھے اور اسلام نے ہمیں اب کس اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا

ہے۔ جس سے نجاشی اتنا متأثر ہؤا کہ اس نے ان غریب مسلمانوں کی حفاظت کا ذمہ لے لیا اور اس نے بڑے جوش سے کہا کہ بادشاہت جاتی رہے تو جاتی رہے مگر جس قوم میں اتنا تغیر ہؤا ہے اس کو میں درندوں کے ہاتھوں میں نہیں دے سکتا۔ اللہ نے مجھے ملک دیا تھا وہی میرے ملک کا محافظ ہے۔

ان قوانین مقدسہ سے مسلمانوں کی بے اعتنائی

افسوس کہ مسلمانوں نے ان قوانین مقدسہ کو بھلا دیا اور ان کی مثال ان دو بلیوں کی طرح ہے جنہوں نے بندر کو پنیر کی تقسیم کے لئے منصف بنایا۔ بندر کیا کرتا۔ ترازو کا جو پلڑا بھاری ہوتا اس میں سے پنیر کا ٹکڑا اس بہانے سے اٹھا کر خود کھا لیتا کہ دوسرا برابر ہو جائے۔ یہاں تک کہ بہت تھوڑا پنیر باقی رہ گیا اور وہ بھی نصف اس نے اس بہانہ سے لے لیا کہ یہ میرا حق الخدمت ہے۔ یہی بات مسلمانوں نے کی کہ خود ہی منصف بن بیٹھے۔ بعض حکموں کو تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ بوجھل ہیں۔ ہم ان پر عمل نہیں کر سکتے اور بعض کو ہلکا سمجھ کر چھوڑ دیا۔

انگریزی خوانوں سے پوچھو کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے تو کہتے ہیں جی یہ نہیں پڑھی جاتی اور جو کہو کہ ڈاڑھی۔ تو کہتے ہیں کہ اجی اس کا شریعت سے کیا تعلق۔ اس طرح ان لوگوں نے شریعت کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔

مسیح موعود نے پھر ان قوانین پر عمل کرایا

پھر اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کے ذریعہ شریعت کو قائم کیا جن حکموں کو وہ بڑے اور بوجھل سمجھتے تھے ان کی نسبت انہیں سمجھایا کہ خدا ایسا حکم دیتا ہی نہیں جس پر انسان عمل نہ کر سکے اور جن کو وہ چھوٹا سمجھتے تھے ان کی نسبت بتایا کہ خدا کا کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا۔ پس ضروری ہؤا کہ خدا کے تمام حکموں کی اطاعت کی جائے۔

چونکہ یہ احکام خداوندی عربی زبان میں ہیں اس لئے عربی کی تحصیل بھی ضروری ہے اور پھر ضرورت ہے اس بات کی کہ کوئی قرآن کا درس دیوے۔ اور حدیث کا درس دیا جائے۔ واعظ بھیجے جائیں۔ یہ حضرت صاحب کی خواہش تھی۔ اور ہر سچے احمدی کی خواہش بھی یہی ہونی چاہئے کہ وہ قرآن و حدیث کو جاننے والا ہو اور مادری زبان کے ساتھ ساتھ عربی زبان بھی سمجھتا ہو۔ اس میں دقّت صرف ماں باپ کو ہے۔ پھر بچے تو خود ہی دونوں زبانیں بولنے والے ہو جائیں

گے۔ کئی خاندان ہیں جو افغانستان یا ایران سے آئے ہیں وہ اپنے آباؤ واجداد کی زبان بھی بولتے ہیں اور اس کے ساتھ پنجابی و اردو بھی خوب جانتے ہیں۔ غرض جب ماں باپ عربی سیکھ لیں گے تو آگے ان کے بچوں کے لئے بہت سہولت ہو جائے گی۔ دقّت صرف موجودہ صورت حال میں ہے جس کو رفع کرنا ہمارا کام ہے۔

خدا کا کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں

یہ خوب یاد رکھو کہ اللہ کا کوئی حکم نہ تو بوجھل ہے نہ چھوٹا۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ (القمر: ۳۳) کے معنی عمل کے بھی ہوتے ہیں۔ یعنی ہم نے قرآن کو عمل کے لئے آسان کر دیا ہے۔ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے اور بڑے کی ہر چیز بڑی۔

پس خدا کے کسی حکم کو چھوٹا نہ سمجھو۔ البتہ چھوٹا یوں ہو سکتا ہے کہ اس کی سزا کم رکھی ہے۔ ورنہ یوں تو خدا کی ہر ایک نافرمانی بڑی بات ہے۔

مسئلہ کفر کا حل

میں تو کفر کا مسئلہ بھی اسی طرح حل کیا کرتا ہوں کہ نبی کا انکار بذاتہٖ کفر نہیں۔ وہ تو ہمارے جیسا ہی ایک انسان ہوتا ہے بلکہ اس وحی کا انکار کفر ہے جو اس پر نازل ہوتی ہے۔ اب یہ کہنا فضول ہے کہ فلاں نبی کا انکار کفر نہیں اور فلاں کا ہے۔ کیا خدا کا کلام بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ وہ جیسا رسول اللہؐ پر نازل ہؤا ویسا ہی مسیح موعود علیہ السلام پر۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (النساء: ۱۵۲) کا فتویٰ انبیاء کے تمام منکرین پر یکساں موجود ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی منکر میں ایک سے زیادہ کفر جمع ہو گئے بوجہ ایک سے زیادہ نبیوں کی نافرمانی کے اور کسی میں ایک بوجہ ایک نبی کی نافرمانی کے۔ باوجود اس کے بہ لحاظ ایک ایک نبی کی نافرمانی کے وہ سب برابر ہیں یعنی گروہ کفار میں شامل۔

شملہ جانے کا ارادہ

بات تو کچھ اور کہنی تھی اور وہ یہ کہ رسول کریمؐ کا یہ طریق تھا کہ آپ جب باہر تشریف لے جاتے تو ایک یا دو امیر مقرر کر جاتے ایک نماز کا اور ایک انتظامی امور کا۔ میرا ارادہ ہے کہ کل اگر اللہ چاہے تو کچھ دنوں کے لئے باہر جاؤں۔ بغرض تبدیلی آب و ہوا کیونکہ طبیعت کمزور ہے۔

ایک منتظم کا تقرر اور اس کی ضرورت

اس لئے میں رسول کریم ﷺ کی سنت کے مطابق دو امیر مقرر کرتا ہوں۔ اس سنت کی عدم پیروی نے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ بادشاہوں نے جماعت نماز کی امامت چھوڑ

دی پھر ہر مقام پر ایک امیر چھوڑنے کا حکم تھا اس میں بھی کوتاہیاں کیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ بادشاہ جب دار الخلافہ سے اِدھر اُدھر ہؤا تو فتنہ پردازوں نے کوئی نہ کوئی فساد کھڑا کر دیا۔

حضرت خلیفہ اول کو بھی اس کا بہت خیال رہتا تھا۔ چنانچہ جب آپ ملتان تشریف لے گئے تو پیچھے ہر چند کہ میری عمر چھوٹی تھی مجھے ہی چھوڑ گئے۔ پس مسجد مبارک کی امامت کے لئے جس کے متعلق خاص الہامات ہیں اور جس میں حضرت صاحب نماز پڑھا کرتے تھے' جمعہ کی نماز کے لئے قاضی سید امیر حسین صاحب کو مقرر کرتا ہوں اور باقی امور جو مقامی حیثیت میں پیش آویں ان کے لئے مولوی شیر علی صاحب کو مقرر کرتا ہوں۔ ان سے مشورہ لیا جائے ان کے ماتحت کام کرو۔

انجمنوں کے طریق میں اصلاح کا ارادہ

میں دیکھتا ہوں کہ انجمنوں کے طریق میں فساد پڑتے ہیں اس لئے میرا ارادہ ہے کہ اس انتظام کو بدل کر اگر اللہ چاہے تو امیر مقرر کر دیئے جائیں اور وہ اپنی اپنی جماعتوں کے مشورہ سے خلیفہ وقت کے ماتحت کام کیا کریں۔ لیکن زمانہ بدلا ہؤا ہے۔ اس لئے آہستہ آہستہ تبدل و تغیر بہتر ہے۔ میں تو اس سرکار کا خادم ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا تھا کہ اگر تیری قوم کے ابتلاء میں آجانے کا اندیشہ نہ ہو تو میں کعبہ کو از سرِ نو تعمیر کرا کے اس میں وہ حصہ شامل کر دوں جو پہلے تھا۔ (بخاری کتاب التمنّی باب مایجوز من اللّو) غرض میرے ذہن میں ایک نظام ہے۔ جب اللہ توفیق دے گا اور جماعت کو اس کے لئے تیار کرے گا ہو جائے گا۔

جماعت قادیان کو اطاعت امیر کی نصیحت

میں یہاں کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ خلافت اور امارت میں فرق ہے۔ خلیفہ کے ساتھ مذہبی تعلقات بیعت بھی ہوتے ہیں اس لئے خلفاء کی تو مان لیتے ہیں اور اپنے امیروں کی نہیں مانتے۔ یا اس کے لئے شرح صدر نہیں پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تاکید کرتا ہوں اور رسول کریمؐ کی پیروی میں کہتا ہوں جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

جماعت قادیان دوسروں کے لئے نمونہ بنے

دوسرے میں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ آپس میں محبت بڑھاؤ اور اپنے کو دوسروں کے لئے نمونہ بناؤ جیسے تمہارے درجے بڑے ہیں ایسی ہی تمہاری ذمہ داریاں بھی

بڑی ہیں۔ تمہاری معمولی سی لغزش بھی خطرناک ہے۔ ایک بدشکل کریہہ المنظر کے چہرے پر مکھیاں بیٹھی ہوں تو چنداں بری معلوم نہیں ہوتیں لیکن ایک حسین کے منہ پر ایک بھی مکھی ہو تو بری معلوم ہوتی ہے۔ پس تمہاری پوزیشن اور ہے اور باہر والوں کی اور۔ یہ نہ کہو کہ جھگڑے تو باہر بھی ہوتے ہیں۔ اگرچہ مجھے جھگڑے کہیں بھی پسند نہیں پھر بھی قادیان میں تو اس کے متعلق بڑی احتیاط چاہئے۔

حضرت صاحب کی اصلاح کا طرز بڑا لطیف اور عجیب تھا۔ ایک شخص آیا اس نے باتوں ہی باتوں میں یہ بھی بیان کردیا کہ ریلوے ٹکٹ میں مَیں اس رعایت کے ساتھ آیا ہوں۔ آپ نے ایک روپیہ اس کی طرف پھینک کر مسکراتے ہوئے کہا کہ امید ہے جاتے ہوئے ایسا کرنے کی آپ کو ضرورت نہ رہے گی۔

دہلی کے تین بزرگوں کا قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص کے پاس مشتبہ مال تھا وہ ایک بزرگ کے پاس لے گیا کہ آپ اسے لے لیں۔ تو انہوں نے کہا کہ توبہ توبہ میں اسے نہیں لے سکتا۔ دوسرے کے پاس گیا تو اس بزرگ نے بھی انکار کیا مگر جب وہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گیا تو آپ نے رکھ لیا۔ اسے شک پڑا کہ شاہ صاحب کی نیت (نعوذ باللہ) خراب ہے۔ وہ پہلے بزرگ کے پاس گیا اور یہ واقعہ بیان کیا اس بزرگ نے کہا۔ سنو ایک گھڑا پانی ہو۔ اس میں ایک قطرہ پیشاب کا پڑ جائے تو کُل پانی پلید ہو گا یا پاک؟ اس نے جواب دیا۔ ناپاک۔ تب اس بزرگ نے فرمایا۔ اگر ایک قطرہ سمندر کے پانی میں پڑ جائے تو وہ پانی پاک ہے یا پلید؟ اس نے کہا وہ تو پلید نہیں ہو گا۔ فرمایا یہی مثال میری اور شاہ ولی اللہؒ صاحب کی ہے۔ میں تو گھڑے کی مانند ہوں اس لئے مشتبہ مال سے بچتا ہوں۔ وہ سمندر ہیں ان کی اس میں بدنامی نہیں۔ وہ اسے لے کر اللہ کی راہ میں خرچ کردیں گے یا اور مناسب کارروائی کریں گے۔ پھر وہ شخص دوسرے بزرگ کے پاس گیا اور ان سے شاہ صاحب والا واقعہ بیان کیا اس بزرگ نے بھی ایسی ہی مثال دی اور شاہ صاحب کی بریت کی۔ تب وہ خود شاہ صاحب کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ مجھے شبہ پڑ گیا ہے آپ نے وہ مشتبہ مال کیوں قبول کیا حالانکہ ان دو بزرگوں نے نہیں قبول کیا۔ فرمایا بھائی میلے کپڑے والے پر کوئی دھبہ پڑ جائے تو کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ سفید لباس والے ہوئے ان کو تو ذرا دھبہ گوارا نہ تھا اس لئے میں نے رکھ لیا انہوں نے انکار کردیا۔ دیکھو ان بزرگوں کی نیک نیتی کہ سب نے حسن ظن سے کام لیا۔ جھگڑا پیدا نہ ہؤا نہ کوئی فتنہ اٹھا۔ اس شخص کا ایمان بھی

سلامت رہا۔

جماعت قادیان کی پوزیشن اور ذمہ داریاں

میرا مقصد اس مثال سے صرف شاہ صاحب والی بات کا ذکر تھا کہ جو جماعت اصلاح شدہ ہو اور ایک نبی کی تربیت یافتہ وہ سفید کپڑے کی مانند ہے اس کے لئے برائی کا ایک چھوٹا سا دھبہ بھی بدنما ہے پس تمہیں بہت ہی احتیاط کرنی چاہیئے۔دیکھو دیہات میں کئی لوگ ننگے پھرتے ہیں۔ یاکم از کم ننگے پاؤں ننگے سر ہوتے ہیں۔ کوئی برا نہیں مانتا نہ وہ برے لگتے ہیں۔ لیکن اگر یہاں کا کوئی مدرّس یا اور معزز ایسا کرے تو سب سمجھنے لگیں کہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ اب اگر وہ یہ کہے کہ فلاں شخص جو لنگوٹی باندھے ہے اگر میں ننگے پاؤں ننگے سر جا رہا ہوں تو کیا ہؤا۔ تو اس کا یہ عذر نہیں سنا جائے گا سب کہیں گے اس کی پوزیشن اور ہے تمہاری اور۔ بس اسی طرح تم اپنے لئے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ لغزش کو روا نہیں کر سکتے کہ فلاں مقام پر جو ایسا ہوتا ہے اگر ہم نے کیا تو کیا ہؤا؟

رسول کریمؐ ان لوگوں کو جو بازار میں کھا رہے ہوں یا بازار میں کوئی بحث شروع کر دیں بہت ناپسند فرماتے تھے۔ (کنزل العمال جلد ۱۵ صفحہ ۲۶۰ روایت نمبر ۴۰۸۶۵) یہاں میں جس مکان میں بیٹھتا ہوں اس کی کھڑکی کھلتی ہے اور میں دیکھ لیتا ہوں کہ اچھے اچھے بھلے مانس بازار میں کوئی علمی بحث کر رہے ہیں یا باتوں میں بے ضرورت مشغول ہیں تو مجھے بہت ناگوار ہوتا ہے۔ بازار میں ایسی بحثیں بعض اوقات فساد کا موجب ہو جاتی ہیں۔ کیوں نہیں کسی مکان میں بیٹھ کر گفتگو کر لی جاتی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اصلاحوں کا ذمہ دار ٹھہرایا آپ جس مقام پر رہتے ہیں۔ اسے مقدس فرمایا۔ اسے اسلام کی ان آئندہ ترقیات کا جو مقدر ہیں مرکز بنایا اس لئے آپ کی ہر حرکت ہر فعل ہر قول نمونہ ہونا چاہیئے آپ کی ذمہ داریاں بڑی ہیں۔ آپ کوشش کریں کہ آپ میں کبھی لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ خصوصاً ان دنوں میں کہ یہ آخری دن ہیں۔ پھر میری غیر حاضری میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ کوئی روکنے والا نہیں۔ میں صرف لڑائی جھگڑے سے بچنے کے واسطے نہیں کہتا بلکہ تمام قسم کے عیوب اور لغو بیہودہ باتوں سے بچو اور پھر آپس میں تمہارے تعلقات اخوت و محبت کے اعلیٰ مقام پر ہوں۔ ایک دوسرے کی غمگساری کرو۔

خلفاء قدیم و حال کے کاموں میں فرق

اور یہ نہ کہو کہ یہ تو خلیفہ کا کام ہے۔ حضرت عمرؓ راتوں کو پھر پھر کر خبر گیری کیا کرتے تھے۔

حضرت صاحب پر بھی بعض نادانوں نے ایسا ہی اعتراض کیا کہ رسول کریمؐ تو بعض اوقات روٹی نہیں کھاتے تھے کھجوریں کھا کر گزارہ کر لیتے تھے۔ زمین پر سوتے اور ادھر مرزا صاحب اچھے کپڑے پہنتے ہیں۔ اچھا کھانا کھاتے ہیں۔ ان نادانوں کو کیا معلوم کہ

ہر سخن وقتے وہر نکتہ مقامے دارد

رسول کریمؐ کا زمانہ تصنیف کا نہ تھا۔ تبلیغ ہوتی تو زبانی۔ ان کے اوقات اور قسم کے تھے اور مسیح موعود کے اور قسم کے۔ (گو مقصد ایک ہی تھا) تصنیف والے کے دماغ پر کچھ ایسا اثر ہوتا ہے کہ اگر اس کے کھانے کے متعلق خاص احتیاط نہ کی جائے۔ اس کے بیٹھنے اور سونے کے لئے نرم بستر نہ ہو۔ نرم لباس نہ ہو تو اس کے اعصاب پر صدمہ ہو اور وہ پاگل ہو جائے۔ پس دماغی کام کرنے والوں کا قیاس ان لوگوں پر نہیں کرنا چاہئے جو اور قسم کے کام کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کتابیں نہیں لکھا کرتے تھے اور نہ ان کے نام باہر سے اتنے لمبے لمبے سَو سَوا سَو خطوط روزانہ آیا کرتے تھے۔ جن کے جواب بھی ان کو لکھنے یا لکھانے پڑتے ہوں اس وقت خلیفہ کے مشاغل زیادہ تر مقامی حیثیت میں رہتے تھے اور باہر سے کبھی مہینے دوسرے مہینے ڈاک آتی اور اس کا بھی اکثر حصہ زبانی طے ہو جاتا۔

مخالفین کے حملے بھی جنگ کی صورت میں ہوتے جن کا دفعیہ فوجوں کے ذریعہ ہو جاتا تھا۔ اب تو سب کام دماغ سے ہی کرنے پڑتے ہیں۔

مصالح سفر شملہ

پچھلے دنوں میں ترجمہ کا کام کرتا رہا ہوں جس سے میرے دماغ پر اتنا بوجھ پڑا کہ ایسی حالت ہو گئی جو میں ایک سطر بھی لکھنے سے رہ گیا اور بخار ہو گیا اس لئے اب میرا ارادہ باہر جانے کا ہے۔ اصل منشاء تو یہی ہے کہ ذرا سا آرام ہو سکے مگر پھر بھی میں اپنے فرائض اور اس کام سے جو خدا نے میرے سپرد کیا ہے غافل نہیں ہوں۔ بعض رؤیا میں نے دیکھی ہیں جن کی بناء پر میں کہہ سکتا ہوں کہ کچھ اور مصالح بھی میرے سفر میں ہیں مجھے اس کی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی کہ امر خیر ہے یا شر مگر ہے کچھ ضرور جو پیش آنے والا ہے۔

خلیفہ وقت کے مشاغل

اس کے علاوہ میرے ذہن میں جماعت کی ترقی کی سکیمیں ہیں۔ ازاں جملہ ایک یہ کہ وہ کیا تدابیر ہیں جن پر چلنے سے جماعت میں

آئندہ خلافت کے متعلق کوئی فتنہ نہ ہو- (ب) عورتوں کی تعلیم کے متعلق نصاب (ج) سیاسی امور سے ہمارے تعلقات کس طرح ہوں- ان سب پر میں کچھ لکھنے والا ہوں- اور یہ سب کام میرے ہی ذمہ ہیں جو میں کروں گا اور کر رہا ہوں- اگر مقامی احباب کی خبرگیری اور شہر میں پھر پھر کر ان کے گھروں میں جاجاکر فرداً فرداً حال پوچھنا مجھ ہی پر ڈالتے ہو اور آپ لوگ خود یہ نہیں کریں گے کہ اپنے اپنے محلہ کی بیواؤں' یتیموں' بے کسوں' ضرورتمندوں کی خبر رکھو تو یہ کام میں بڑی خوشی سے بآسانی کرسکتا ہوں- مگر پھر جماعت کی بیرونی ترقی کے تعلقات کم ہو جائیں گے- میں بتاچکا ہوں کہ اب زمانہ اور طرز پر آگیا ہے اب خلیفہ کے لئے صرف سلسلہ کے مرکز کا مقام ہی نہیں بلکہ باہر کی تمام جماعتوں کی باگ بھی براہ راست اپنے ہاتھ میں رکھنی پڑتی ہے اور مخالفین سے بھی زیادہ تر خود ہی نپٹنا پڑتا ہے اور یہ کام ہے بھی سارا دماغ کے متعلق- میں جب باہر نہیں آتا یا کوچہ بکوچہ پھر کر خبرگیری نہیں کرتا تو کئی لوگ سمجھتے ہوں گے کہ مزے سے اندر بیٹھا ہے- انہیں کیا معلوم کہ میں تو سارا دن ترجمہ وغیرہ لکھنے یا جماعت کی ترقی کی تجاویز سوچنے' ڈاک کا جواب دینے دلانے میں خرچ کرکے ان گرمی کے دنوں میں بھی رات کے ایک بجے تک اس کام کے لئے جاگتا رہا ہوں-

پھر تمہارے لئے دعائیں کرنا بھی میرا فرض ہے- کبھی کبھی مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ میں ہفتہ بھر کسی کو اپنے ساتھ رکھوں تا معلوم ہو کہ میں فارغ نہیں بیٹھا اور نہ آرام طلب- غرض اب خلیفہ کے کام کی نوعیت بدل گئی ہے اور ان حالات کی موجودگی میں حضرت عمرؓ کی تقلید مجھ پر ضروری نہیں اور نہ یہ سب کام ایک انسان کرسکتا ہے اور جب وہ نبی جسے خاص قویٰ دیئے جاتے ہیں- جس کا میں خلیفہ ہوں نہیں کرسکا تو پھر مجھ پر کیا الزام آسکتا ہے-

ہر جماعت کے مقامی فرائض

پس زمانہ کے تغیر کے ساتھ تم بھی اپنی ذمہ داریوں کو بدلو اور یہ کام خود کرو کہ اپنے اپنے مقامی بھائی بہنوں کی خبرگیری کرو- اگر کوئی بیمار ہے تو اس کی دوائی لادو- اگر کوئی مبلغ باہر گیا ہے تو اس کے گھر والوں کو سودا وغیرہ لادو- کسی بھائی یا بہن کو اور تکلیف ہے تو اس کو رفع کرو- کم از کم مجھے اطلاع تو دو تاکہ میں خود انتظام کروں- ابھی کچھ دن ہوئے صوفی تصور حسین صاحب کی اہلیہ بیمار ہوئیں ان کے بچے چھوٹے تھے- مجھے معلوم ہوا کہ دو دن سے ان کی کسی نے ایسی خبرگیری نہیں کی جیسی کہ چاہئے تھی- فوراً میں نے اس کا مناسب انتظام کیا لیکن افسوس ہے کہ آپ لوگوں نے کیوں

شکایت کا موقع پیدا ہونے دیا اور خود یہ کام سرانجام نہ دیا۔ کم فرصتی کا عذر فضول ہے کہ کاموں کی کثرت اور چیز ہے اور کاموں کا اہم ہونا اور بات ہے۔ دیکھو ایک شخص سے کہا جائے کہ فلاں مکان میں چارپائیاں بچھا دینا' یہ سودا بازار سے لانا' کپڑے دھوپ میں رکھنا وغیرہ۔ اور دوسرے سے کہا جائے کہ جنگل سے شیر مار لانا تو پہلا شخص نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اتنے کام ہیں اور دوسرے کا صرف ایک کام۔ کیونکہ آخری کام کے مقابلہ میں وہ پہلے بہت سے کام کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔

حقیقت حال سے بے خبر اعتراض کرتے ہیں

پھر کاموں کی نوعیت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ جنگ کا تعلق اس زمانہ میں جسمانی حالت سے تھا اس لئے اس کے واسطے جفاکشی محنت اور خشن پوشی کی ضرورت تھی۔ اور چاہئے تھا کہ غذا بھی سادہ ہو۔ بلکہ اکثر بھوکے رہنے کی عادت ہو۔ مگر تصنیف کا تعلق دماغ سے ہے۔ اس کے لئے نرم لباس۔ نرم غذا چاہئے اور اپنے آپ کو حتی الوسع تنہائی میں رکھنا کیونکہ تصنیف کا اثر اعصاب پر پڑتا ہے۔ اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ پر اعتراض کیا کہ وہ روزے کم رکھتا ہے۔ اور "کھاؤ پیو" ہے۔ نادان یہ نہیں سمجھتے کہ حضرت موسیٰؑ کا زمانہ نہ تھا۔ وہ تو ایک علمی زمانہ تھا۔ ان کو مخالفین کے مقابل پر تقریریں کرنی پڑتی تھیں اور یہود کی کتب کا مطالعہ۔ موقع موقع کی بات ہوتی ہے روزہ رکھنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ مگر حضرت رسول کریم ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ آج روزہ نہ رکھنے والے روزہ رکھنے والوں سے اجر میں بڑھ گئے (ابو داؤد کتاب الصیام باب الصوم فی السفر) کیونکہ بے روزوں نے خیمے وغیرہ لگائے۔ کھانے کا بندوبست کیا اسباب رکھوایا اور روزہ دار بے چارے بے دم ہو کر سفر سے آتے ہی لیٹ گئے۔ غرض حالات کے بدلنے کے ساتھ تم اپنی حالتوں کو بدلو۔ اپنے فرض کو پہچانو۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ جب نماز پڑھنے کے لئے نکلے تو محلہ والے قرب و جوار کے حاجتمند احمدی گھروں کی خیر خیریت دریافت کرتے گئے۔ سودے کے ساتھ ان کی خبر بھی لیتے گئے۔

جزوی اختلاف سے مؤاخات و مواسات میں فرق نہ آئے

اکھڑپن چھوڑ دو اور آپس میں جو اختلاف ہو جاتے ہیں ان کو خواہ مخواہ طوالت نہ دو۔ لڑائی تو بعض وقت بھائیوں میں ہو ہی جاتی

ہے۔ دیکھو ایک وقت حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ میں جھگڑا ہو گیا۔ بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ باتیں کرتے کرتے ہاتھ کو بھی حرکت دے لیتے ہیں اس طرح نادانستہ طور پر حضرت ابوبکرؓ کا تہبند پھٹ گیا۔ بایں ہمہ حضرت ابوبکرؓ نے باوجود بزرگ ہونے کے حضرت عمرؓ سے معافی چاہی۔ وہ اس وقت جوش میں تھے۔ لہٰذا حضرت ابوبکرؓ رسول کریمؐ کے حضور میں حاضر ہوئے اور آکر یہ شکایت نہیں کی کہ عمر نے مجھ سے لڑائی کی یا مجھے دکھ دیا بلکہ یہ کہا کہ عمر مجھے معاف نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ بھی آگئے اور معذرت کی۔ (بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلاً) دیکھو یہ تھے خیر القرون کے مسلمان۔ تمہیں بھی ایسا ہی بننا چاہئے کہ اگر کبھی بتقاضائے بشریت جھگڑا ہو جائے تو فوراً صلح کرلو اور دل میں کینہ نہ بٹھا چھوڑو۔ ابن تیمیہ کا ذکر ہے کہ کسی نے ان کو آکر مبارکباد دی۔ آپ کا فلاں جانی دشمن جو آپ کو بہت گالیاں دیا کرتا تھا مر گیا۔ آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اس کا اور میرا اختلاف تو زندگی کا تھا۔ فوراً اس کے گھر حاضر ہوئے تجہیز و تکفین کے بعد اس کے گھر والوں سے کہا کہ جو بھی ضرورت ہو میں اس کا کفیل ہوں اور ہر کام اطلاع ہونے پر کر دیا کروں گا۔

خلاصۃ الکلام پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ایک دوسرے سے ہمدردی کرو۔ کسی بھائی کی عداوت دل میں نہ بٹھالو بلکہ تم میں ایسی محبت اور اخوت ہو جو باہر کے لوگوں کے لئے نمونہ ہو۔ وہ اگر ایک شہر یا گاؤں کے ہو کر صرف محلّوں یا دروازوں یا رشتوں کے متفرق ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی مؤاخات یا مواسات میں سرگرم نہیں تو انہیں نمونہ سے یہ سبق پڑھاؤ کہ دیکھو دور دراز کے مختلف ملکوں کے مختلف المذاق باشندے کس طرح مسیح موعود کی قوت قدسیہ سے ایک دوسرے کی ہمدردی اور غمگساری کرتے ہیں اور جب ان کا یہ حال ہے تو ہم ایک شہر یا ایک قبیلہ کے ہو کر کیوں ایک دوسرے سے بیگانہ رہیں۔ میرے حلق میں بھی تکلیف تھی اور میں شاید زیادہ بول گیا ہوں۔

اختتام اس لئے ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو خیریت سے رکھے اور اپنے اوقات دین کی خدمت میں صرف کرنے کی، باہم محبت، اخوت، امن چین سے رہنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(الفضل ۸۔ ستمبر ۱۹۱۷ء)